مؤلف: ڈاکٹر محمد رفیع الدین
مترجم: ڈاکٹر ابصار احمد

(۱۱)

منشورِ اسلام

ریاست: طبعی انسانی فعلیت کا اہم گوشہ

انسانی تگ و دو اور فعلیت کے ایک اہم گوشے کا ظہور اس لیے ہوتا ہے کہ انسانی فرد اپنی جبلت اور نصب العین یا آدرش کے حصول کے لیے اپنے آپ کو ایک منضبط معاشرے کی شکل میں رہنے پر مجبور پاتا ہے۔ بحیثیت حیوان وہ جبلی طور پر دوسرے انسانوں کے ساتھ اجتماعی طور پر بود و باش رکھنے کا زبردست داعیہ رکھتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ایک عاقل انسان ہونے کی وجہ سے وہ بالخصوص ایسے افراد کی معیت چاہتا ہے جو اسی کا ہی نصب العین عزیز رکھتے ہوں اور اس کے حصول میں کوشاں ہوں۔ وہ اپنے اجتماعی اور معاشرتی زندگی کے جبلی رجحان کی اس طور زیادہ بہتر آسودگی حاصل کرتا ہے۔ چنانچہ ایک ہی نصب العین کی محبت ان افراد کے درمیان جذبۂ اخوت پیدا کر کے ان کو ایک اجتماع اور ایک ریاست بنانے پر اکساتا ہے۔

ایک ریاست کے افراد اپنے نصب العین سے جتنا زیادہ پیار کرتے ہیں' وہ اتنا ہی ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور ان کے مابین مساوات، اخوت اور باہمی الفت کے جذبات بھی اتنے ہی شدید ہوتے ہیں۔ ان کی باہمی محبت جتنی زیادہ ہوتی ہے' ریاست کا داخلی استحکام، نظم اور قوت اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے۔ مسلمان معاشرے کے تمام افراد ایک جیسی عزت کے لائق اور صاحبِ شرف شمار ہوتے ہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ وہ سب نیک اور خداترس ہوں۔ اسلام نہ اشراف کو حکومت کی اجازت دیتا ہے' اور نہ ہی اس میں کسی خاص طبقے کو خصوصی مراعات حاصل ہوتی ہیں۔ اسی طرح اسلام میں نہ مذہبی پیشوائیت کا کوئی تصور ہے اور نہ ہی یہ ذات پات کا

قائل ہے۔ کوئی شخص رنگ، زبان، نسل، ذات، علاقے یا سماجی رُتبے کی بنا پر دوسرے پر فوقیت نہیں رکھتا۔ صرف وہی ریاست جس کی بنیاد صحیح نصب العین کے تصوّر پر رکھی گئی ہو، ایک فرد کی طرح مربُوط اور منظّم انداز میں برسرِ کار رہ سکتی ہے۔ ایسی ریاست ایک ہی وقت میں ڈکٹیٹر شپ اور جمہوریّت کے تمام محاسن اپنے اندر رکھتی ہے۔ بلاشبہ کسی بھی نصب العینی معاشرے یا گروپ کے افراد ایک دُوسرے سے محبت کرتے ہیں، لیکن صرف ایسے گروپ کے افراد جو صحیح نصب العین سے محبت رکھتا ہے، باہمی محبت کے ممکن الحصول اعلیٰ ترین معیار تک پہنچ سکتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ صحیح نصب العین کی نوعیت ہی ایسی ہوتی ہے کہ کوئی بھی فرد تحفّظات اور لاشعوری ناہمواریوں کے بغیر اس سے بھرپور طریقے سے محبت کر سکتا ہے، اور یہ کہ یہ محبت اس کے حیوانی و سفلی جذبات کو اس حد تک کنٹرول کر لیتی ہے کہ وہ قطعاً غیر مؤثر ہو جاتے ہیں اور اس کی ذہنی و رُوحانی بالیدگی میں بالکل مزاحم نہیں ہوتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس قسم کے افراد کا باہمی اتحاد اتنا کامل ہو جاتا ہے کہ کسی ایک فرد کی تکلیف تمام دوسروں کو محسوس ہوتی ہے۔ گویا پُورا معاشرہ یا اجتماع ایک فردِ واحد کی طرح ہو جاتا ہے اور مختلف افراد کی حیثیت اس فردِ واحد کے اعضاء و جوارح کی سی ہو جاتی ہے۔ پیغمبرِ اسلام حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلم مومنینِ صادقین کی اجتماعیّت کی کیفیت ان الفاظ مبارکہ میں بیان کرتے ہیں:

تَرَی الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ
كَمَثَلِ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَکٰی عُضْوٌ تَدَاعٰی لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ
بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰی۔

"تم مومنوں کو ایک دوسرے کے ساتھ مہربانی، محبّت اور ہمدردی میں باہم ایک جسم کے مانند پاؤ گے۔ جب (اس کے) ایک عضو میں کوئی تکلیف ہوتی ہے تو باقی سارا جسم اس کی خاطر بے خوابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔"

اَلْمُؤْمِنُوْنَ کَرَجُلٍ وَاحِدٍ اِذَا اشْتَکٰی عَیْنُهٗ اشْتَکٰی کُلُّهٗ
وَاِنِ اشْتَکٰی رَأْسُهٗ اشْتَکٰی کُلُّهٗ۔

"اہلِ ایمان ایک فردِ واحد کی مانند ہیں کہ جب اس کی آنکھ میں تکلیف ہو تو وہ سب کا

سب تکلیف میں ہوتا ہے۔ اور (اسی طرح) اگر اس کے سر میں تکلیف ہو تو وہ پورے کا پورا تکلیف میں ہوتا ہے۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات اس اجتماعیت اور ریاست کی حقیقت کھول کر بیان کرتے ہیں جس کی بنیاد صحیح نصب العین سے وفاداری اور محبت پر رکھی گئی ہو۔ اور اگر قدرے غور و تامّل سے کام لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس ریاست میں مکمل جمہوریت اور مکمل آمریت کے تمام محاسن بیک وقت جمع ہو جاتے ہیں۔ ایک صحیح نصب العینی ریاست سے افراد کے ربط و تعلق کو علم الحیات کے ماہرین کی رائے میں صحیح طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ ماہرین ہمیں بتاتے ہیں کہ ایک نامیاتی وجود در اصل ان گنت انفرادی خلیوں کے انتہائی مربوط وظائف پر انحصار رکھتا ہے۔ یہ لاتعداد خلیے نہ صرف باہم دگر مربوط ہوتے ہیں بلکہ من حیث المجموع پورے نامیاتی وجود کی بقا، ترقی اور نشو و نما کا باعث بنتے ہیں۔ ہر نامیاتی وجود انہی خلیوں اور ان کی فعلیت کا مرہونِ منّت ہے۔ ہر انفرادی خلیہ اپنی جگہ ایک مکمل اور آزاد نامیاتی وجود ہے جو خوراک لے کر نہ صرف زندہ رہتا ہے بلکہ اپنا مخصوص فعل بھی انجام دیتا ہے اور نمو پذیری کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔ بصورتِ دیگر خوراک نہ ملنے کی صورت میں مضمحل ہو کر رفتہ رفتہ مکمل طور پر مردہ ہو جاتا ہے۔ ہر خلیہ کلی نامیاتی وجود کی بقا کے لیے اپنا مخصوص وظیفہ انجام دیتا ہے اور بذاتِ خود دماغ یا مرکزی اعصابی نظام میں مرتکز حیاتی قوت سے انضباط پاتا ہے۔ چنانچہ ایک زندہ اور صحت مند فرد لاتعداد خلیوں کے وظائف اور مکمل باہمی ہم آہنگی کے باعث چلتا پھرتا اور عمل کرتا دکھائی دیتا ہے۔ یہ تمام خلیے ایک وحدت کے طور پر کام کر کے ہی کسی فرد کے وجود کو ممکن بناتے ہیں۔ ایک نصب العینی معاشرے میں افراد کی حیثیت اور تعلق نامیاتی وجود میں خلیوں کی حیثیت اور تعلق جیسی ہے۔ ایسے معاشرے میں افراد باہم دگر مضبوط اور گہری محبت کے رشتوں میں جکڑے ہوتے ہیں اور ان کی یہ باہمی محبت ایک آدرش اور نصب العین سے محبت کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اس قسم کے فرد کی مثال شہد کی مکھیوں کے چھتے کی طرح ہے جہاں تمام مکھیاں اپنی ملکہ کی حفاظت اور عزت و تکریم کے ساتھ ساتھ دیگر بے شمار کام انجام دیتی ہیں۔ آئیڈیل اسلامی ریاست جمہوریت اور آمریت کا مجموعہ ہوتی ہے جسے شہد کی مکھیوں کے چھتے سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جس طرح یہ کہنا مشکل ہے کہ آیا مکھیوں کے چھتے میں نظامِ آمریت کا ہے یا

جمہوریت کا، اسی طرح اسلامی اور صحیح نصب العینی ریاست کا معاملہ ہے۔ چھتے میں کوئی ایک مکھی اپنے لیڈر کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرسکتی، بلکہ اسے اس کی مکمل اطاعت کرنا ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے یہ ایک آمریت کا نظام ہے۔ لیکن چونکہ ہر فرد کا عمل پوری اجتماعیت کے مفاد کے لیے اور دوسرے افراد سے مکمل مطابقت رکھتا ہے، یہ ایک طرح کا جمہوری نظام بھی ہے۔ اور یہ جمہوری نظام قائم اس لیے رہتا ہے کہ لیڈر کا جو خیال ہو، چھتے کی ہر مکھی کا بھی وہی خیال ہوتا ہے مکھیوں کے چھتے اور ایک اسلامی ریاست میں فرق یہ ہے کہ اوّل الذکر میں مکھیاں مکمل ڈسپلن اور ہم آہنگی کا اظہار غیر شعوری اور جبلی طور پر کرتی ہیں، جبکہ نصب العینی اسلامی ریاست میں افراد یہی ہم آہنگی شعوری اور آزادانہ طور پر حاصل کرتے ہیں اور یہ ممکن صرف اسی لیے ہوتا ہے کہ انہیں اپنے نصب العین اور اہداف سے عشق کی حد تک پیار ہوتا ہے اور وہ اس ضمن میں پُورے ہوش وحواس کے ساتھ اور عقل کو استعمال کرتے ہوئے مسلسل عمل کرتے ہیں۔ ایک اسلامی ریاست کے مسلمان شہری اجتماعی ترقی اور استحکام کے لیے کامل تنظیم اور اتحاد کے ساتھ عمل کرتے ہیں اور ان کا باہمی اخوت کا جذبہ کبھی ٹوٹنے نہیں پاتا۔

صحیح وراست نصب العین سے محبّت کی نوعیت

صحیح اور راست نصب العین کا محبّ عموماً اعلیٰ عقلی وعلمی صلاحیتوں سے نوازا جاتا ہے اور وہ اس بات کا علم بھی رکھتا ہے کہ وہ اپنے ربّ کی عبادت کے تقاضے بتمام وکمال کیونکر پُورے کرسکتا ہے اور اپنی محبّت اور تعلقِ خاطر کو کس طرح واقعی وعملی شکل دے سکتا ہے۔ نصب العین سے مطلوب محبّت کو اندھے بہرے جذبے اور لاابالی پن سے کسی درجے میں بھی مناسبت نہیں ہے۔ بلکہ یہ نصب العین کے حوالے سے بلند ترین یا ادنیٰ معروف اخلاقی محاسن وصفات سے عبارت ہے۔ نصب العین خود جتنا بلند اور ارفع ہوگا، اس سے محبّت اور تعلق خاطر میں اسی تناسب سے اعلیٰ اخلاقی صفات کی جھلک پائی جائے گی۔ اگرچہ یہ بات اپنی جگہ ناقابلِ تردید ہے کہ ان اخلاقی صفات کے اظہار میں عقل وفکر کی صلاحیتیں اور علمی درجہ ممد ہوتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ نصب العین کی اہمیت اس اعتبار سے بہت ہوتی ہے کہ اس سے کی جانے والی محبّت اور اس میں مستعمل عقل وفہم کا دارومدار خود اُس نصب العین پر ہوتا ہے۔ کسی فرد کا زندگی کے بارے میں عمومی ردّیہ

اس کے نصب العین کے حوالے ہی سے ترتیب پاتا ہے۔ جوں جوں اس کے نصب العین کا معیار بلند تر ہوتا ہے، اس نصب العین میں مضمر فہم و فراست کا معیار بھی بلند تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ چنانچہ حقیقت یہ ہے کہ صرف صحیح و راست نصب العین سے محبت میں مضمر عقل و فہم ہی حقیقی اور واقعی ہیں اور اس نصب العین سے محبت میں جس قدر اضافہ ہوتا ہے عقل و دانش اور فہم و فراست کے امکانات اسی قدر زیادہ روشن ہوتے ہیں۔ اگر کسی فرد کا ہدف پست رہے تو اس میں فہم و فراست کی نمو بھی اسی درجے میں پست رہتی ہے۔

اسلامی ریاست کا مقصدِ وحید

اسلامی ریاست کا صرف اور صرف ایک مقصد ہے اور وہ انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر نصب العین سے محبت میں اضافہ اور خود شعوری میں افزونی ہے۔ تاہم جیسا کہ قبل ازیں کہا جا چکا ہے نصب العینی محبت اور خود شعوری کوئی علیحدہ اور داخلی ذہنی کیفیات یا اعمال کا نام نہیں۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ محبت کے استحکام اور داخلی نظم کا تعلق بہت سے عوامل سے ہے اور ان عوامل میں عملی اظہار کے ساتھ ساتھ خارجی، مادّی اور سماجی عناصر کا عمل دخل نمایاں ہوتا ہے۔

اسلامی ریاست کے مندرجہ بالا مقصدِ اعلیٰ سے اس ریاست کے دو اہم ترین وظائف خود بخود واضح ہو جاتے ہیں۔ اسلامی ریاست کو اپنے مقصدِ وحید (جو خود پوری تخلیق کا مقصد بھی ہے) کے حصول کے لیے درج ذیل دو اہم ذمّہ داریوں کو پورا کرنا ہوتا ہے:

اوّلاً: اسے وہ تمام ضروریات پُورا کرنا ہوتی ہیں جو انسان کے حیاتیاتی وجود کے لیے از بس ضروری ہیں۔ اگر اس کا وجود برقرار رہے تو تبھی یہ امید کی جا سکتی ہے کہ وہ حقائق کا زیادہ سے زیادہ شعور حاصل کر سکے۔ ان بنیادی ضروریات میں خوراک، گھر، لباس اور بیماری کے تدارک کے وسائل شامل ہیں۔ اگر خود نصب العین سے محبت اس بات کا تقاضا کرے کہ انسان اس کی خاطر اپنی جان قربان کر دے، تو بات دوسری ہے۔ اور ایک اعتبار سے ہر انسان کو ایسے وقت کی تمنّا کرنی چاہیئے لیکن عام حالات میں ہر انسان کو روحانی و اخلاقی ترفّع کے حصول کے لیے جسم و جان کا رشتہ برقرار رکھنا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کا قولِ مبارک ہے:

كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَكُوْنَ كُفْرًا

"تنگ دستی تو بس کفر ہوا ہی چاہتی ہے!"

ثانیاً: اسلامی ریاست کا دوسرا فرض یہ ہے کہ وہ ایسے حالات اور ماحول پیدا کرے جس میں فرد اپنے نظریاتی وجود کو قائم رکھ سکے۔ چنانچہ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسا نظامِ تعلیم رائج کرے جس میں فرد اپنے اعلیٰ ترین نصب العین کا نہ صرف شعور حاصل کر سکے بلکہ اسے وہ ذرائع بھی معلوم ہوں جن پر عمل کر کے وہ نصب العین اور حسنِ ازلی کو پا سکتا ہے۔ اس نظامِ تعلیم میں اس بات کا اہتمام بھی ہونا چاہیے کہ طالب علموں کو غلط اور گمراہ کن نظریات کے منفی اثرات سے بچایا جائے۔ فی الجملہ نظامِ تعلیم ایسا ہونا چاہیے جس سے فرد میں احساسِ ذات اجاگر ہو اور اعلیٰ ترین اقدار کے حصول کے لیے جذبے کو مہمیز ملے۔

پہلے فریضے کی تکمیل اسلامی ریاست ملک میں تجارت، صنعت و حرفت اور زراعت کو مضبوط اور صحت مند بنیادوں پر ترقی دے کر کرتی ہے۔ اس مقصد کے لیے وہ بیت مال المسلمین قائم کرتی ہے تاکہ مستحق اور کم وسائل والے لوگوں کو قرضِ حسنہ یا مالی تعاون کسی دوسری شکل میں دیا جا سکے۔ صرف اسی صورت میں ان سے توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اپنے کاروبار کو مستحکم کر کے ملکی معیشت کی ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔ اس بیت المال سے رقوم غربا، مساکین اور بوڑھے لوگوں کی فلاح و بہبود پر بھی خرچ کی جائیں گی۔ اسی ضمن میں اسلامی ریاست زکوٰۃ کی وصولی کا اہتمام بھی کرے گی۔ زکوٰۃ کا قانون اور شرحِ ادائیگی ہر مسلمان پر واضح ہے۔ اسلامی ریاست کے فرائض میں سے ایک اہم فریضہ یہ ہے کہ وہ تمام صاحبِ نصاب لوگوں سے زکوٰۃ لے کر بیت المال میں جمع کرے۔ اور ان رقوم کو ریاستی فلاح و بہبود کے کاموں اور دوسری تمام جائز مدات میں خرچ کرے۔

اسلامی ریاست کا دوسرا فریضہ ایک لحاظ سے اہم تر اور اعلیٰ تر فریضہ ہے، اور وہ یہ تعلیم اور ابلاغ کے تمام ذرائع پر مکمل کنٹرول کے ذریعے پورا کرتی ہے۔ وہ ہر سطح پر یعنی یونیورسٹی، کالج، سکول اور مسجد میں ایسی تعلیم کا انتظام کرتی ہے جس سے لوگوں میں خدا شناسی، خدا ترسی اور اس سے محبت کے جذبات پروان چڑھیں۔ وہ پریس، ریڈیو، ٹیلیویژن، فلم اور دوسرے تمام ذرائع ابلاغ پر کڑی نظر رکھتی ہے اور ان سے غیر اسلامی نظریات و افکار کی ترویج پر پابندی لگاتی ہے — ان

پابندیوں کے ساتھ مثبت طور پر وہ ان تمام ذرائع و وسائل کو اسلامی نظریۂ حیات کی اشاعت کے لیے استعمال کرتی ہے۔ اسلامی ریاست چونکہ بنیادی طور پر نظریاتی ریاست ہے اس لیے اوّل الذکر فریضہ سے بڑھ کر وہ اس دوسرے فریضے کے تقاضے پورے کرتی ہے۔ وہ امکانی حد تک ایسے سازگار حالات پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے جن میں لوگوں کی اپنے نصب العین سے وابستگی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا جذبہ پروان چڑھے اور ایسے تمام ذرائع ابلاغ اور تعلیمی نظریات پر مکمل پابندی لگاتی ہے جو الحاد اور باطل نظریات کی ترویج کا باعث بنتے ہیں۔

اسلامی ریاست کی حفاظت وصیانت

اسلامی ریاست کی نظریاتی حدود کی حفاظت کے لیے سطور بالا میں جس نظام تعلیم کو اہم قرار دیا گیا ہے اس کے دو پہلو ہیں: خارجی یا عمومی تعلیم اور داخلی یا خصوصی تعلیم۔ تعلیم کے خارجی پہلو کا تقاضا یہ ہے کہ عالمی سطح پر اقوام عالم میں اسلامی ریاست کا فریضہ اپنے نظریۂ حیات کا نہ صرف تحفظ اور مدافعت ہے، بلکہ عقلی، علمی اور اخلاقی طور پر اس کو برتر ثابت کیا جانا ہے۔ جدید ریاستوں کے وظائف میں اس وظیفے کو انتہائی اہمیت کا حامل سمجھا جاتا ہے اور اسے مختلف نام دیئے جاتے ہیں مثلاً پبلسٹی، تعلّقاتِ عامّہ یا اطلاعاتی خدمات۔ اسلام میں ان تمام کا ایک ہی نام ہے اور وہ ہے "تبلیغ" یعنی ابلاغِ عامہ اور نشر و اشاعت۔ دوسری تمام ریاستوں کی طرح اسلامی ریاست بھی اس ضمن میں کتابوں، فلم، پریس، ریڈیو کو استعمال کرتی ہے اور ان تمام کو مواد فراہم کرنے کے لیے نظریاتی تحقیق و پلاننگ کے انتہائی منظم اور اعلیٰ علمی اداروں کی خدمات کا انتظام کرتی ہے۔ اگرچہ ایک اعتبار سے ان تمام ذرائع ابلاغ پر اس طرح کنٹرول کا نتیجہ اکثر و بیشتر مدافعانہ ہوتا ہے یعنی وہ اپنے ریاستی نصب العین اور نظریۂ حیات کا دفاع کرتے ہیں، لیکن اس داخلی استحکام کا بالواسطہ نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ اسلامی ریاست کا نظریہ اقوام عالم کی برادری میں وقیع سمجھا جانے لگتا ہے اور باہر کی دنیا میں اس سے وابستگی کا حلقہ بڑھتا چلا جاتا ہے یا کم از کم لوگوں کے دلوں میں اس کے لیے نرم گوشہ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اسے قابلِ اعتناء سمجھنے لگتے ہیں۔ اور اس طرح رفتہ رفتہ اس پبلسٹی کی حیثیت باہر کے ممالک پر ایک نظریاتی اقدام یا حملے کی ہو جاتی ہے اور پُرامن انداز میں اسلامی ریاست کی

جغرافیائی حدود میں وسعت کے امکانات پیدا ہو جاتے ہیں اور کیا عجب کہ اسی "تبلیغ" اور نشر و اشاعت کے نتیجے میں پوری انسانیت اسلام کا انتہائی سائنٹفک اور علمی نظریۂ حیات قبول کر کے ایک وحدت کی شکل اختیار کرے، اور پوری دنیا اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہو جائے۔

اسلامی ریاست کی توسیع

سائنسدان اب اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ آئندہ ایٹم یا ہائیڈروجن بموں کا استعمال پوری انسانیت کی تباہی پر منتج ہوگا۔ لیکن تباہی کے سلسلے میں سائنسدانوں کے پیش نظر صرف مہلک ہتھیار یا بم ہی ہوتے ہیں، اور ایک دوسری قوت پر ان کا دھیان بالکل نہیں جاتا۔ اس دوسری قوت کا تعلق نظریات کی قوت سے ہے جس کے مظاہر ہم اپنی آنکھوں سے آج کی دنیا میں دیکھ سکتے ہیں واقعہ یہ ہے کہ نظریات ہتھیاروں سے بھی زیادہ طاقت رکھتے ہیں۔ یہ ہتھیاروں سے زیادہ تیزی سے سفر کرتے ہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے میں انہیں کسی قسم کی رکاوٹ کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ مہذب اقوامِ عالم کا نظریات کی قوت کے بارے میں احساس روز بروز بڑھ رہا ہے اور اب وہ جانتی ہیں کہ حربی آلات اور ہتھیاروں کو استعمال کیے بغیر دوسری قوموں کو فکری و نظریاتی قوت سے مغلوب کیا جا سکتا ہے۔ جس ریاست کا نظریۂ حیات جتنا زیادہ وقیع اور علمی بنیادوں پر استوار ہے، اتنا ہی اس بات کا امکان ہے کہ وہ دوسری ریاستوں پر نظریاتی طور پر اپنا تسلط قائم کر لے۔ نظریۂ حیات کے باطل یا بودا ہونے کی صورت میں صرف ہتھیاروں کی برتری کسی ریاست کا تسلط اور اقتدار قائم نہیں کر سکتی۔ کسی ریاست کا نصب العین اور نظریہ حیاتِ انسانی اور فطرتِ انسانی کے بارے میں نظریات پر استوار ہوتا ہے۔ چنانچہ صرف وہی نظریہ جو انسان اور انسانی فطرت کے بارے میں صحیح اور سائنٹیفک علم پر مبنی ہے مستقبل کی دنیا میں کامیابی کے امکانات رکھتا ہے اور بلا خوفِ تردید کہا جا سکتا ہے کہ ایسا نظریہ صرف اور صرف اسلام کے پاس ہے۔ اسلامی ریاست اپنے صحیح نظریے کی بنا پر توسیع کے بے حد امکانات رکھتی ہے۔ اسلامی ریاست کے لیے عموماً حربی آلات اور سامانِ جنگ کو استعمال کرنے کی نوبت ہی نہ آئے گی۔ اگرچہ وہ ان کی تیاری میں غفلت سے کام نہ لے گی کیونکہ اسے معلوم ہے کہ بعض حالات میں جنگ کے سوا چارا بھی نہیں رہتا لیکن انسانی نفسیات کے میدان میں انسان کا علم جوں جوں بڑھتا

ہے۔ اہلِ اسلام کو توقع ہے کہ اسلام کی حقانیت اور زیادہ نکھر کر سامنے آئے گی اور انسان کا بالعموم اسلام کی صداقت پر ایمان بڑھتا چلا جائے گا۔ انسانی ارتقاء یا بالفاظِ دیگر تاریخ کا ارتقاء یہ بتاتا ہے کہ انسانیت کا سفر خود اپنی فطرتِ سلیمہ کو جاننے کا ایک طویل اور جاں گسل سفر ہے اور اس سفر کا اختتام ایک عالمگیر نظریۂ حیات کی دریافت پر ہوگا۔ اور یہ بات طے شدہ ہے کہ اس عالمگیر نظریۂ حیات کی بنیاد انسانی فطرت کا وہ صحیح علم بنے گا جو ہمیں صرف اسلام عطا کرتا ہے۔ چنانچہ بالآخر اسلام کی حقانیت مبرہن ہو گی اور اس کا عالمگیر غلبہ حقیقت بن کر سامنے آئے گا۔

(جاری ہے)

عرفی بغیرِ شعلۂ خونِ جگر نبود!
شمعے کہ ما بگوشۂ کاشانہ سوختیم

سہ لسانی، سہ ماہی **تفکّر** کا پہلا شمارہ

معلّم اور صحافی **شبّیر بخاری** کی ادارت میں

اِن شاءَ اللہ تعالیٰ فروری ۱۹۸۹ء میں منظرِ عام پر آ جائے گا

اس مجلّے میں

تفکّر فی القرآن، تفکّر فی الحدیث، افکارِ صحابہؓ، اخلاق و تصوف، ادب و فلسفہ، تعلیم و تعلّم، سائنس و ٹیکنالوجی، تاریخ و سیاست، سیاحت و ثقافت، معیشت و تجارت، صحت و ثبات، دفاع و عسکریات، شخصیات، اخبارات وغیرہ مختلف عنوانات کے تحت گوناگوں مفید قومی فکری جہتوں کا احاطہ کیا گیا ہے

اہلِ فکر و دانش ابھی سے اپنی کاپی محفوظ کرانے کا اہتمام فرمائیں۔

سالانہ زرِ تعاون:- ۵۰ روپے

مقامِ اشاعت: ۵۲۳ جہانزیب بلاک (مخدوم جہانیاں اکیڈمی) علامہ اقبال ٹاؤن۔ لاہور ۱۸